حافظ عبدالعلیم علوی بن شیخ التفسیر والحدیث
حافظ احمد اللہ بڈھیمالویؒ،
مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

کیا فرض نماز کے بعد

ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا فرض ہے؟

زیرِنظر مضمون ''فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا'' حافظ عبدالعلیم علوی حفظہ اللہ تعالیٰ بن شیخ التفسیر والحدیث حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔ جس پر مقدمہ ان کے بڑے بھائی شیخ الحدیث جامعہ سلفی فیصل آباد حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ نے لکھا ہے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ صدر مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ نے تقریظ تحریر فرمائی۔ مسئلہ کی وضاحت اور افادہ عام کیلئے اصل مضمون سے پہلے مقدمہ اور تقریظ قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید (فاطر: ۱۱۵)

اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی بے صفات نیاز ارستودہ صات ہے۔

فقیر اور محتاج کا کام غنی اور بے نیاز کے سامنے عجز و نیاز اور اپنے فقر و احتیاج کا اظہار ہے چونکہ اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر مانگنے میں اپنے خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا مظاہرہ ہے۔ اور یہی چیز عبادت ہے۔ جو انسان کا مقصد تخلیق ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعاء

(سنن جامع الترمذی دار السلام: ۷۷۰)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ اور آپ نے فرمایا:

الدعاء ہو العبادۃ (جامع الترمذی: ۷۷۰)

دعاء عین عبادت ہے۔

اور عبادت اللہ کے حضور میں انتہائی تذلل، بندگی اور سرافگندگی، عاجزی و لاچاری اور محتاجی و مسکینی کا پورا پورا اظہار اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ سب کچھ اس کے قبضہ و اختیار میں ہے اس کے در کی فقیری و گدائی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (سورہ غافر: ۶۰)

تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو اور مانگو، میں قبول کروں گا، اور تم کو دوں گا جو لوگ میری بندگی سے متکبرانہ روگردانی کریں گے وہ یقیناً ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے نہ مانگنا اس کی عبادت اور اپنے مقصد تخلیق سے روگردانی اور انحراف کرنا ہے جو انسان کے تکبر اور گھمنڈ کی علامت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و غضب کا باعث ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ

(جامع الترمذی: ۷۷۰)

جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دعاء کی تعریف یہ کی ہے:

ہو اظہار غایۃ التذلل والافتقار الی اللہ والاستکانہ لہ

اللہ کے حضور انتہائی تذلل یعنی عجز و انکسار اور اس کیلئے فقر و احتیاج، استکانت یعنی عجز و انکساری اور فروتنی کا اظہار ہے۔ فتح الباری ۱۱/۱۱۲:

اور عجز و انکساری کے اظہار کیلئے فعلی عمل کے ہاتھ اٹھانا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا:

اذا سألتم اللہ فسلوہ بباطن اکفکم (سنن ابی داؤد، دارالسلام ۲۲۰)

جب تم اللہ سے مانگو اس سے ہتھیلیوں کے

اندرونی حصہ سے مانگو، اور آپ کا اپنا طرز عمل بھی یہی تھا:

کان اذا سئال الله جعل باطن کفیه الیه :صحیح الجامع الصغیر ۲/ ۸٦۳

آپ ﷺ جب دعا فرماتے تو ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ اپنی طرف کرلیتے۔

اور حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ان ربکم حی کریم یستحی من عبده اذا رفع یدیه ان یردهما صفرا** (سنن ابی داؤد: ۲۲۱) تمہارا رب انتہائی حیاء اور کرم والا ہے۔ جب بندہ اس کے آگے مانگنے کیلئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے کہ ان کو خالی واپس کرو۔

اس طرح قرآن وسنت سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور اس میں کسی وقت کی تخصیص یا تعین وتقیید نہیں، بلا قید عام حکم ہے۔ اور عموم سے استدلال ایک عام اصول ہے۔ مثلا امام بخاری کتاب الوصایا میں ایک طویل ترجمہ باب قائم کرتے ہیں۔ جس میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مریض اپنے وارث کے حق میں قرض کا اقرار کرسکتا ہے اور اس کیلئے قران وحدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں لم تخص وارثا ولا غیرہ اللہ اور رسول نے وارث اور غیر وارث کی تخصیص نہیں کی۔ اس لئے جس طرح غیر وارث کے حق میں قرض کا اقرار معتبر ہے۔ اسی طرح وارث کے حق میں قرض کا اقرار واعتراف معتبر ہوگا ہے۔ اس لئے بعض ائمہ کا یہ موقف درست نہیں ہے کہ مریض کا اپنے وارث کے حق میں قرض کا اقرار واعتراف معتبر نہیں (فتح الباری: ۵/ ۴۵۹)

آگے اسی کتاب میں باب قائم کرتے ہیں

باب ھل ینتفع الواقف بوقفه :۵ ۹٦٤)

دلیل میں حضرت عمر کا قول پیش کرتے ہیں:

لا جناح علی من ولیه ان یاکل منه اس کے نگران اور متولی کے اس سے کھانے پر کوئی تنگی اور گناہ نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ قد یلی الواقف وغیرہ۔ وقف کا متولی اور نگران وقف کرنے والا بھی ہوسکتا ہے۔ اور دوسرا بھی اس لئے واقف پر نفع نہ اٹھانے کی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔

پھر آگے باب قائم کرتے ہیں کہ باب وقف الدواب الکراع والعروض والصامت :۵/ ۴۹۵)

جاندار، گھوڑے، سازوسامان اور نقدی وقف کرنا، اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی گھوڑا وقف کرنے کی درخواست کو قبول کرکے گھوڑا سواری کیلئے کسی آدمی کو عنایت فرما دیا تھا۔ گھوڑا چونکہ ایک منقول چیز ہے۔ اور منقول ہونے میں چوپائے، سازوسامان اور نقدی بھی شریک ہیں۔ اس عموم کی بنا پر ان کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک باب قائم کیا ہے۔

باب الوقف للغنی والفقیر والضیف مالدار فقیر اور مہمان کیلئے کوئی چیز وقف کرنا :۵/ ۷۸۴)

دلیل یہ دی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے مشورے سے اپنا ثمغ نامی باغ فقراء مساکین، رشتہ داروں اور مہمان کیلئے وقف کردیا تھا۔ اب غنی کیلئے وقف کیسے ثابت ہوگیا۔ اسکی دلیل رشتہ دار کا لفظ ہے کیونکہ وہ عام ہے غنی بھی ہوسکتا ہے اور فقیر بھی۔ یہ مثالیں صرف کتاب الوصایا سے بیان کی ہیں ورنہ پوری کتاب اس اسلوب اور طریق استدلال سے بھری ہوئی ہے اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ کا طرز عمل بھی اس کا شاہد ہے۔ کہ عمل کیلئے آپ کے فعل کا موجود ہونا شرط نہیں ہے۔ شریعت کی عمومی دلیل بھی اس کیلئے کافی ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں۔ **ان کان رسول الله ﷺ یدع العمل وھو یحب ان یعمل به خشیة ان یعمل به الناس فیفرض علیھم، وما سبح رسول الله ﷺ سبحة الضحی قط وانی لا سبحھا** صحیح بخاری دارالسلام: ۱۱۸۱

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ایسا عمل ترک کردیتے تھے جسے آپ کرنا پسند فرماتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ بھی وہ عمل کریں گے تو ان پر فرض قرار دے دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے چاشت کے نفل کبھی نہیں پڑھے اور میں انہیں پڑھتی ہوں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور میں بھی نہیں پڑھتا ص ۱۸۷۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کی تصریح فرما رہی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔ کہ آپ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ ان کی اپنی معلومات کی حد تک ہے لیکن حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں

چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک عمل شریعت سے ثابت ہے تو ضروری نہیں ہے کہ آپ نے بالفعل اس پر عمل کیا ہو۔ اور یہاں تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے جب کہ اس مضمون میں آ رہا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث ہے کہ میں نے ایک سفر میں نماز پوری پڑھی اور آپ نے قصر کی۔ میں نے روزے رکھے اور آپ نے نہ رکھے گویا یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ نماز قصر پڑھ رہے ہیں انہوں نے پوری نماز پڑھی اور جانتے ہوئے کہ آپ روزے نہیں رکھ رہے انہوں نے روزے رکھے۔ واپسی پر آپ کے سامنے کا اظہار کیا تو آپ نے حضرت عائشہ کے اس طرز عمل پر انکار کرنے کی بجائے احسنت کہہ کر اسی طرز عمل کی تصویب اور تحسین فرمائی جب اللہ اور اسکا رسول دعاء کیلئے کسی وقت کی تخصیص اور تعیین نہیں فرماتے۔ تو پھر ہمیں اس کی تخصیص اور تحدید کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے دونوں تشھدوں میں درود کے واجب اور لازم کیلئے یہی دلیل دی ہے کہ نماز میں آپ پر درود بھیجنے کی بہت سی روایات آئی ہیں۔ اور کسی میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ یہ تشھد اول میں ہو یا دوسرے تشھد میں صفة الصلوٰة ص ١٤٦ حاشیہ نمبر ١ پھر آخری تشھد کے تحت درود کا نماز میں واجب ہونے کے عنوان کے تحت دلیل دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب عزوجل کی حمد بیان کرے اور اس کی ثناء و تعریف بیان کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے صفحہ ۱۶۲، عجیب بات ہے اس حدیث کے ضمن میں حاشیہ نمبر ٦ میں امام آجری کی کتاب الشریعۃ صفحہ ۴۱۵ کے حوالہ سے لکھتے ہیں جس نے آخری تشھد میں نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجا، اس پر نماز دھرانا لازم ہے۔

جس سے یہ صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام آجری کے نزدیک اس حدیث کا تعلق آخری تشھد سے ہے لیکن ان کے نزدیک دعائے سوال کیلئے ہاتھ اٹھانے کی عمومی اور نماز کے بعد خصوصی دلیل کے باوجود ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے اور آخری تشھد میں درود پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ جب آخری تشھد میں درود پڑھ لیا گیا اور اس کے بعد دعا پڑھ لی گئی تو آپ کے اس فرمان پر عمل ہو گیا کہ جب تم نماز پڑھو تو پہلے اپنے رب عزوجل کی حمد و ثنا بیان کرو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو اور پھر جو دعا چاہو کرو۔ اس حدیث سے دونوں تشھدوں میں درود اور دعا کا پڑھا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا امر تکرار پر دلالت کرتا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اندر انتہا پسندی در آئی ہے اس لئے ہم بعض مسائل میں حد اعتدال سے نکل کر افراط کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں تقلید کی مخالفت کرتے کرتے اپنے عوام کے دل سے بڑوں کا احترام و اکرام اور تعظیم و توقیر کا جذبہ ختم کر دیا۔ تیجہ، ساتہ اور چالیسواں کی مخالفت کرکے، اپنے عوام کے دل سے اپنے مرنے والے بزرگوں کیلئے صدقہ و خیرات کرنے کا جذبہ سرد کر دیا اور اب نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت قرار دے کر لوگوں کو نماز کے بعد وظائف سے محروم کر ڈالا، اور دعا جیسی عظیم نعمت سے محروم کر دیا، اب ہمارے پیروکار کسی وقت انفرادی دعا مانگتے بھی نظر نہیں آتے اس لئے برادرم حافظ عبدالعلیم حفظہ اللہ نے مجبور ہو کر اس مسئلہ پر قلم اٹھایا۔

کیونکہ گوجرانوالہ شہر اس مسئلے کی دنگل گاہ بنا ہوا ہے اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے حد اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ فرض اور لازم نہیں ہے کہ ہر نماز کے بعد ضرور دعا کی جائے کسی چیز کی تعیین اور تحدید کیلئے خصوصی دلیل لزوم ضروری ہے اس لئے جس طرح اس کو بدعت کہنا درست نہیں ہے اس کو لازم اور ضروری قرار دینا بھی درست نہیں۔ کسی نماز کے ساتھ دعا کر لی جائے اور کسی کے ساتھ دعا نہ کی جائے کیونکہ جب شریعت نے دعا کو نماز کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا تو ہمیں بھی اس کو نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں کر لینا چاہئے اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کی جائے کہ وہ صرف امام کیساتھ دعا کرنے کو لازم نہ سمجھیں اپنے طور پر بھی دعا کر لیا کریں اب یہ نماز سے پہلے ہو یا بعد میں رات کے وقت ہو یا دن کے وقت کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو بندہ **یرفع یدیہ حتی یبدوا ابطہ یسئل اللہ مسئلة آتاہ ایاہ** اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے یہاں تک کہ اس کی بغل ظاہر ہو جاتی ہے وہ اللہ سے جو مانگتا ہے اللہ اسے عنایت فرماتا ہے بشرطیکہ عجلت بازی سے کام نہ لے (سنن الترمذی: ٨٢١)

برادرم چونکہ تحریر کے میدان میں نووارد ہے اس لئے اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اس کے

مضمون پر نظر ثانی کروں تو میں نے چھوٹے بھائی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی اور تحسین و ترغیب کی خاطر اس مضمون کی نوک پلک سنواری ہے اور اس میں کمی و بیشی اور ترمیم و تنسیخ کی ہے۔ برادرم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا کام ہے اگر میں اس پر تقریظ لکھوں تو یہ سمجھا جائے گا کہ بھائی ہونے کے ناطہ سے بات کی ہے۔ اس لئے تقریظ کے طور پر محترم المقام مولانا عبدالحمید شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ حفظہ اللہ کے کلمات ہی کافی ہیں۔ میرے یہ کلمات پیش لفظ یا مقدمہ تصور کر لیجئے

عبدالعزیز علوی

صدر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

==================

تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

کچھ عرصے سے فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کو ایک نزاعی مسئلہ بنا دیا گیا ہے فریقین اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرر ہے ہیں ایک فریق فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو افضل ترین عبادت تصور کرتا ہے دوسرا فریق فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کا قائل ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جرم سمجھتا ہے۔ اس فریق میں کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جو ہاتھ اٹھانے کو بدعت قبیحہ قرار دیتے ہیں ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعاؤں میں جہاں جہاں ہاتھ اٹھائے ہیں انہیں مقامات پر ہاتھ اٹھانے چاہئے جہاں نہیں اٹھائے وہاں نہیں اٹھانے چاہئے اور ان کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ دراصل ان حضرات نے شریعت اسلامیہ کے بنیادی مقصد کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ دین اسلام جو ایک مکمل نظام حیات ہے اس کی اساس یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی بے بسی اور عاجزی کا اعتراف اور اللہ کی عظمت و بزرگی کا اقرار کرتے رہیں چونکہ دین اسلام فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور انسانی فطرت ہے کہ ہر کمزور طاقتور کے آگے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے سائل اور مانگت، صاحب استطاعت، مالدار کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ بسا اوقات دست بستہ قیام اور رکوع و سجود کے ذریعہ اس کی تعظیم کا اظہار کرتا ہے۔ اور دین اسلام میں ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے شاہ ولی اللہ نے اپنی عظیم کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں نماز میں رفع الیدین کی (ہاتھ اٹھانے کی) یہ حکمت بیان کی ہے کہ لانہ فعل تعظیمی یہ ایک تعظیمی عمل ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا ہاتھ اٹھا کر اظہار کیا جاتا ہے اس طرح دعا مین ہاتھ اٹھانا اللہ تعالیٰ کی غایت درجہ تعظیم اور ہاتھ اٹھا کر مانگنے والے کی انتہائی عاجزی اور بے بس کا عملی اظہار ہوتا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے قحط کے موقعہ پر اجتماعی حالت میں دعا کرتے ہوئے ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی قحط کی کربناک مصیبت کے موقعہ پر دعا میں اس قدر بلند ہاتھ اٹھانا اہل دانش و علم کیلئے لمحہ فکریہ مہیا کرتا ہے کہ یہ طرز عمل اللہ کی عظمت و بزرگی کے اعتراف اور اپنی عجز و انکساری کے اظہار کیلئے اختیار فرمایا ہے۔ آپ نے یہ رویہ اور طرز عمل فضول یا بے مقصد اختیار نہیں کیا۔ آپ نے فرائض میں رفع الیدین پر عمل کیا تو ہم نے یہی رویہ سنن رواتبہ قیام اللیل نماز کسوف اور نماز استسقاء میں اپنا لیا۔ وگرنہ الگ طور پر ان کیلئے رفع الیدین کا ثبوت مشکل ہے اگر اصول یہی ہے جہاں آپ نے ہاتھ اٹھائے ہیں وہیں ہاتھ اٹھانے ہیں جہاں نہیں اٹھائے وہاں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے تو ان نفلی نمازوں مین ہاتھ اٹھانے کا التزام کیوں کیا جاتا ہے اور اس اصول وضابطہ کی پابندی کیوں نہیں کی جاتی اس بے انصافی اور تفریق کا جواز کیا ہے حقیقت یہی ہے کہ اپ نے چونکہ نماز میں رفع الیدین کیا ہے۔ لہٰذا فرض و نوافل کی تخصیص کے بغیر رفع الیدین پر عمل ہوگا اس پر محدثین کا عمل رہا۔ اس طرح دعاء کیلئے اپ نے ہاتھ اٹھانے ہیں تو ہم بھی دعائے سوال میں ہاتھ اٹھائیں گے۔ دعاء انفرادی ہو یا اجتماعی اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی الجامع الصحیح میں باب قائم کیا ہے رفع الایدی فی الدعاء دعاء میں ہاتھ اٹھانا اس میں کسی وقت یا جگہ کی تعیین نہیں کی کہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی فرض نمازوں کے بعد یا پہلے یا کسی اور موقع و محل پر نبی اکرم ﷺ نے نوافل پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے لیکن تین اوقات میں نفل پڑھنے سے روک دیا ہے لیکن دعاء مانگنے پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں فرمائی کہ فلاں فلاں اوقات مین دعاء نہ کرنا۔ اب جب آپ نے پابندی عائد نہیں فرمائی تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ کہیں

نمازوں کے بعد ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ اس لئے اس افضل ترین عبادت کیلئے کسی قسم کی پابندی عائد کرنا اور اس پابندی کے توڑنے پر بدعت کا اطلاق کرنا اچھی یا پسندیدہ بات نہیں ہے۔ نہ کسی کو اس کا حق حاصل ہے پچھلے دور میں جبکہ ہمارے اکابر اساتذہ موجود تھے یہ دیکھنے میں آتا تھا کہ نمازی حضرات نماز کے سلام کے بعد اپنی اپنی جگہ بیٹھے ذکر و اذکار مین مصروف ہیں امام اپنا وظیفہ پڑھ رہا ہے جب وہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو لوگ بھی اس کے ساتھ دعاء میں شریک ہو جاتے ہیں اور دعا سے فراغت کے بعد اطمینان سے مسجد سے نکل جاتے ہیں اب ہمارے دعاء کو بدعت قرار دینے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ذکر و اذکار اور وردو وظیفہ کیلئے بیٹھنے کی بجائے نمازی سلام پھیرتے ہی نمازیوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: **یسروا ولا تعسروا۔** سہولت و آسانی پیدا کرو تنگی کا باعث نہ بنو جس کام کیلئے نبی اکرم ﷺ کا حکم موجود ہو اس پر حتی الوسع عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء** ۔ جب میت کا جنازہ پڑھو تو اس کیلئے خلوص دل سے دعاء کرو۔ آپ کے اس فرمان کی روشنی میں نماز جنازہ پڑھانے والے حضرات آپ سے منقول بہت سی دعائیں نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں اور مقتدی حضرات آمین کہتے ہیں (جس کا ثبوت موجود نہیں ہے) لیکن کتب حدیث میں کہیں یہ موجود نہیں ہے کہ آپ نے یہ سب دعائیں ایک ہی جنازہ میں پڑھی تھیں۔ اس کے باوجود اس عمل کو کسی نے بدعت قرار نہیں دیا دوسری طرف آپ کا فرمان ہے **سلوا اللہ ببطون اکفکم** اللہ سے سیدھے ہاتھوں کے ذریعہ مانگو اب اس کیلئے یہ جستجو اور کرید شروع کر دی گئی ہے کہ آپ نے کہاں ہاتھ اٹھائے تھے اور کہاں نہیں، کیا یہ دوہرا معیار سراسر بے انصافی نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب موجود ہے اور اجتماعی مواقع پر آپ نے دعا کی بھی ہے فرض نمازوں کے بعد دعاء کی قبولیت کا موقعہ ہوتا ہے کیونکہ نیک عمل کرنے کے بعد دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے جیسا کہ غار میں پھنس جانے والوں نے اپنے نیک اعمال کے توسط سے دعا کی تھی اور اللہ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔ دعاء میں ہاتھ اٹھانا اپنی بے بسی اور عجز و انکساری کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف ہے۔ یہ دعا انفرادی ہو یا اجتماعی۔ کسی اجتماع کے موقعہ پر ہو یا نمازوں کے بعد اس مسئلہ کو مولانا عبدالعلیم صاحب استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ نے اپنے اس کتابچہ مین دلائل کی روشنی میں انتہائی محنت سے ثابت کرنیکی محنت و کوشش کی ہے اور وہ بحمد اللہ اپنی محنت میں کامیاب ہوئے ہیں ہمیں ہر قسم کی ضد اور ہٹ دھرمی کو خیر باد کہتے ہوئے اس کو ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھ کر دعا جیسے افضل ترین عبادت سے محروم رہنے سے بچنا چاہئے اور خواہ مخواہ اس پر عمل کرنے والے اپنے اسلاف پر نکتہ چینی کرنے سے گریز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ سرانجام دینے کی توفیق سے نوازے آمین۔

العبد: عبدالحمید مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

================

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی اشرف الرسل وخاتم النبیین وآله وصحبه ومن تبعه باحسان الی یوم الدین اما بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے **وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین** (سورة المومن: ٦٠) آپ کے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جھنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کو انسان کا عجز و نیاز، فروتنی وانکسار اور گڑگڑانا، بہت پسند ہے دعا میں ہاتھ اٹھانا عجز و نیاز اور انسان کی بے بسی وضعف کا اظہار ہے اس لئے حضور اکرم نے دعائے استسقاء (بارش طلب کرنا) میں انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اس قدر بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی (متفق علیہ) اور ایسی صورت اس وقت بھی اختیار کی جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فعل سے برآت کا اظہار فرمایا تھا اور دعائے سوال (جب اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی ضرورت و حاجت کے بارے میں دعا کرنی ہو) میں اپ نے صراحتہ ہاتھ اٹھانے

کا حکم دیا ہے فرمایا اذا سالتم اللہ فسئلوہ بباطن اکفکم ولا تسالوہ بظھورھا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس سے اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ سے مانگو اور اس سے ہتھیلیوں کی پشت سے نہ مانگو، یہ حدیث صحیح ہے رسالہ الدعا تصنیف علامہ عبداللہ الحضری ص ۱۶، سنن ابی دائود دارالسلام ص ۲۲۰، حدیث ۱۲۸۶ اور صحیح الجامع الصغیر ج۲ ص ۸۶۳، حدیث ۲۷۳۷ میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل بیان کرتے ہیں **کان اذا سال اللہ جعل باطن کفیہ الیہ** آپ جب دعا فرماتے تو ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ اپنی طرف کر لیتے۔

آپ کے فرمان اور عمل سے ثابت ہوا کہ دعائے سوال کیلئے ہاتھ اٹھانا پسندیدہ طرز عمل ہے اور اس حدیث میں کسی وقت کی تعیین و تحدید نہیں کی گئی کہ یہ طرز عمل فلاں وقت کی درخواست کیلئے ہے۔ اس لئے انسان جب بھی دعائے سوال کرنا چاہے تو ہاتھ اٹھا کر مانگے خواہ یہ دعائے درخواست فرض نماز سے پہلے ہو یا بعد اور چاہے نوافل سے پہلے ہو یا بعد یا کسی اور وقت لیکن یہ طرز عمل دعائے سوال کیلئے ہے۔ اور یہ کسی زبان میں بھی ہو سکتی ہے ہاں عام ادعیہ جو مختلف اوقات یا مقامات کی تحدید، تعیین کے ساتھ آپ سے منقول ہیں اور عربی میں آپ سے مروی الفاظ ہی میں کی جاتی ہیں وہ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے کی جاتی ہیں نیز فرض نمازوں کے بعد، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا فرضوں کا حصہ نہیں ہے اور نہ لازم و ضروری ہے اس کا انحصار اپنی یا مسلمانوں کی ضرورت و حاجت پر منحصر ہے لیکن یہ کہنا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے انہیں مقامات پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہئے جہاں جہاں آپ سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا خلاف سنت بلکہ بدعت ہے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اصول فقہ کی کتب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عام اور مطلق سے کسی عمل و فعل کے جواز پر استدلال کرنا درست ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ کا عام اور مطلق سے کسی عمل کیلئے استدلال کرنا ایک معروف اور مسلمہ حقیقت ہے عام جب تک دلیل تخصیص موجود نہ ہو عام ہی رہے گا۔ اور مطلق دلیل تقیید کے بغیر مطلق ہی رہے گا بلا دلیل تخصیص اور تقیید قابل قبول نہیں ہے اور دلیل تخصیص اور تقیید کے موجود ہونے کی صورت میں وہی فرد مستثنیٰ ہوگا جس کیلئے دلیل تخصیص اور تقیید مل گئی ہے باقی افراد میں عموم اور اطلاق قائم رہے گا۔ ہم نے جو حدیث پیش کی ہے کہ اذا سالتم اللہ جب یا جس وقت بھی تم مانگو اس میں اذا عموم پر دلالت کرتا ہے اس طرح آغاز میں پیش کی گئی آیت بھی عام ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بلا کسی وقت کی تعیین اور تحدید کے مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور قبولیت کی نوید سنائی ہے۔ اور دعا کو عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ اور نہ مانگنے والوں کی وعید شدید سنائی ہے اور آپ نے فرمایا ہے۔ لیس شئی اکرم علی اللہ تعالیٰ من الدعاء صحیح سنن الترمذی ج ۳ ص ۱۳۸ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعاء سے زیادہ قابل قدر کوئی چیز نہیں ہے۔ دوسری حدیث سے **لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر** سنن ترمذی ۱۷۳۷، تیسری حدیث ھے **من لم یسئل اللہ یغضب علیہ** صحیح سنن ترمذی حدیث ۳۶۱۳، جامع الترمذی ۷۷ دارالسلام۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی**، بقرہ آیت: ۱۸۶، جب دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے میں دعا قبول کرتا ہوں لہٰذا انہیں چاہئے میرے احکام بجالائیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء** سورہ نمل: آیت ۶۲، بھلا کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے ان دونوں آیات میں اذا کا لفظ آیا ہے جو عام ہے کیونکہ اضطرار بیقراری اور پریشانی یا تکلیف آنے کا کوئی وقت نہیں ہے اس لئے اللہ کی رحمت و کرم کے دروازے بھی ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اور فلیستجیبوا لی سے معلوم ہوتا ہے کسی نیکی اور بندگی کے بعد دعا کرنا قبولیت کے در کو کھولتا ہے اس لئے آداب دعا میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جائے، پھر آپ ﷺ پر صلوٰۃ و درود بھیجا جائے پھر دعا مانگی جائے اور آپ نماز پنجگانہ کے بعد خصوصی طور پر فجر اور مغرب کے بعد بہت سارے اور وظائف فرماتے تھے، چونکہ فرائض ایک بنیادی اور اساسی عبادت ہے۔ اس لئے ان کے بعد دعاء کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، دعائے سوال کا پسندیدہ طریقہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ کی روایت ہے: سلوا اللہ ببطون اکفکم و لا تسئلوہ بظھورھا ۔ اللہ سے اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ سے دعا کرو اور اس سے ان کی پشت سے نہ مانگو، مجمع الزوائد ج ٤ ص ٣٣٤، بحوالہ فتاوی نذیریہ ج ١ ص ٥٦٧ اور اس حدیث کی تائید اوپر بیان کردہ حدیث اور آپ کے طرز عمل سے بھی ہوتی ہے اور بقول علامہ ہیثمی کے اس کے رجال، عمار بن خالد الواسطی کے سوا صحیح کے رجال ہیں۔ اور عمار بھی ثقہ راوی ہے۔ اور اس حدیث میں تعیین یا تخصیص نہیں ہے کہ یہ دعا کس وقت ہو جب اس حدیث میں کسی قسم کی قید یا تخصیص نہیں ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ قید یا تخصیص بلا دلیل صریح کیسے لگائی جا سکتی ہے کہ یہ دعاء فرض نمازوں کے بعد نہ ہو یا اجتماعی نہ ہو۔ جبکہ اس میں حکم سب کو دیا جا رہا ہے اس لئے دعاء انفرادی ہو یا اجتماعی فرض نمازوں کے بعد ہو یا نوافل کے یا کسی اور وقت میں ہاتھ اٹھانے کی ہر وقت گنجائش موجود ہے۔ اور فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنے والوں کی اپنی صورت حال یہی ہے کہ ہر عموم اور اطلاق سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کو دلیل و برہان بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مثلا ان میں سے بعض حضرات کے نزدیک پہلے اور دوسرے تشہد میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ اس لئے پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔ اور دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔ اے ایمان والو نبی ﷺ کی ذات مقدسہ مبارکہ پر درود و سلام بھیجو اور کسی صحیح مرفوع حدیث میں درود شریف کے بارے میں پہلے اور دوسرے قعدے میں فرق وارد نہیں ہوا۔ احکام و مسائل ص ٢٠١ تالیف کردہ محترم حافظ عبدالمنان حفظہ اللہ

حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے۔ باب التشھد فی الاولی پہلی جگہ تشہد اس کے بعد دوسرا باب قائم کیا ہے التشھد فی الاخری آخر میں تشہد اس میں تشہد صرف اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تک لکھا ہے۔ درود کا تذکرہ ہی نہیں کیا اس کے بعد تیسرا باب قائم کیا ہے کہ باب الدعاء قبل السلام، سلام پھیرنے سے پہلے دعا اور اس باب میں بعض ادعیہ لکھی ہیں پھر چوتھا باب قائم کیا ہے: باب ما یتخیر من الدعا بعد التشھد و لیس بواجب تشہد کے بعد دعاؤں کا انتخاب کرنا اور یہ ضروری نہیں ہے۔ صحیح بخاری دارالسلام ص ١٣٥۔ اس میں تشہد اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تک ہے درود کا تذکرہ نہیں ہے اور آخری باب ہے کہ اس کے بعد اپنی پسندیدہ دعا کا انتخاب کرے۔ لیکن یہ دعا ضروری نہیں ہے یہی صورت حال صحیح مسلم میں ہے وہاں بھی صرف اتنا ہے۔ بقول فی کل رکعتین التحیۃ ہر دو رکعت میں التحیات پڑھتے تھے۔ اور امام نووی نے اس پر التشھد الاول کا تذکرہ فرمایا ہے: صحیح مسلم دارالسلام ص ٢٠٤)

ان حضرات نے دونوں تشہدوں میں درود پڑھنے کیلئے طریق استدلال یہ اختیار کیا ہے کہ کسی صحیح مرفوع حدیث میں پہلے اور دوسرے قعدے میں فرق وارد نہیں ہوا۔ لیکن یہی طریق استدلال اگر ہم اختیار کرتے ہیں کہ دعائے درخواست کی احادیث میں دعاء کیلئے ہاتھ اٹھانے کی تصریح موجود ہے۔ اور ان میں انفرادی یا اجتماعی اور فرائض اور غیر فرائض کی تخصیص یا تقیید نہیں ہے اور کسی صحیح مرفوع حدیث میں کسی قسم کی قید اور تخصیص نہیں ہے۔ لہٰذا جب چاہے اور جیسے چاہے ہر وقت ہاتھ اٹھا کر انفرادی و اجتماعی صورت میں دعا کرنا جائز ہے اس پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ تو ہمارا استدلال ان کی طبع نرم و نازک پر بہت گراں گزرتا ہے۔ اور یہ حضرات مذاق و استہزاء اڑانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ معلوم نہیں یہ دوہرا معیار انہیں کیوں ناگوار نہیں گزرتا۔ اور صورت حال یہ ہے جس آیت مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے اس میں نماز کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔ یہ عمل کسی دوسرے وقت میں کر لیں تو آیت پر عمل ہو جائے گا اس میں پہلے یا دوسرے قعدہ کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے فرق و امتیاز کا ذکر بھی نہیں ہے۔ مزید برآں یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ کسی صحیح مرفوع حدیث میں دونوں قعدوں کے درمیان فرق وارد نہیں ہوا۔ اس دعوے کی تردید ہم اپنے ایک دوسرے مضمون میں کر چکے ہیں جو ہفت روزہ الحدیث کے شمارہ ١١ شعبان ١٤٢٣ اور ١٨ شعبان ١٤٢٣ میں بعنوان ”کیا درمیانی تشہد میں درود پڑھنا ضروری ہے“ شائع ہو چکا ہے اور اس کی تیسری قسط ”ضروری تصحیح“ کے نام سے ہفت روزہ الحدیث شمارہ ١٧ محرم ١٤٢٤ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اور ماہنامہ ترجمان الحدیث ماہ اگست 2003 میں بھی شائع ہو چکا ہے۔